جناب صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی صاحب
ایڈیٹر ماہنامہ "تسخیر" لاہور

ملک ـــــ تو بن گیا، قوم نہ بن سکی

ان دنوں وطن عزیز کی پچاسویں سالگرہ منانے کی تیاریاں زوروں پر ہیں، آئے روز اجلاس ہورہے ہیں، کمیٹیاں تشکیل دی جارہی ہیں، ریڈیو اور ٹی وی اپنی نشریات میں اس جشن مسرت کو نمایاں کررہے ہیں، اور حکومت اپنے طور پر انتظامات میں لگی ہوئی ہے بلکہ "گولڈن جوبلی ٹرین" بھی تیار ہورہی ہے جو کراچی سے لنڈی کوتل تک چلائی جائے گی۔ جس پر کروڑ روپے سے اوپر اخراجات اٹھیں گے، ۱۴ اگست ۱۹۹۷ء کو ملک اپنی پچاسویں سالگرہ منائے گا، سرخوشی کی اس محفل میں زخم دل کی بات کرنا ایک گونہ حماقت ہی سہی لیکن ہے بہرحال تلخ حقیقت کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء سے لے کر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی گہری شام تک سات برس کی جدوجہد کے نتیجے میں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی صبح کو ایک ملک تو وجود میں آگیا مگر بد قسمتی سے بعد کے پچاس سالوں میں ابنائے وطن ایک ـــــ قوم ـــــ نہ بن سکے، حالانکہ تحریک پاکستان اٹھائی ہی ـــــ دو قومی نظریے ـــــ پر گئی تھی اور قائداعظمؒ نے اپنے پورے علم وایقان کے ساتھ دو قومی نظریے کی وکالت کی تھی اور بلاشبہ کامیاب وکالت، دوقومی نظریہ کیا ہے؟ ایک علیحدہ قوم، ایک باقاعدہ قوم اور ایک ثابت شدہ قوم کا علمی و عملی نظریہ! قائداعظمؒ نے ایک سے زائد بار کہا کہ ہم ہر دلیل اور معیار کی رو سے ایک جداگانہ قوم ہیں، یعنی قوم رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری ساخت کو اقوام مغرب پر قیاس نہیں کرنا چاہئیے، ہم چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں کے تنگ دائروں اور رنگ ونسل کی تاریک غاروں کے باسی نہیں بلکہ ـــ ملت بیضاء ـــ ہیں، جس کے دن رات یکساں روشن ہیں، اسی بنیاد پر ایک الگ وطن کی ضرورت محسوس ہوئی، آخر الامر وطن تو مل گیا لیکن قوم کہیں درمیان میں گم ہوگئی، قائدؒ کی زندگی میں بنگالی زبان کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا اور بنگلہ دیش بن کر رہا، سندھ میں بھی لسانی بل نے مہاجروں اور مقامیوں میں ایک دیوار کھڑی کردی، وقت نے دیوار برلن گرادی مگر مہاجر اور مقامی کے درمیان دیوار روز بہ روز اوپر اٹھ رہی ہے گرنے کا نام نہیں لے رہی، دوسری طرف بلوچستان میں ایک سے زائد بار ـــ عظیم تر بلوچستان ـــ کی باتیں ہوئی

گئیں۔ کئی بلوچ رہنما بلوچستان کو ایک حقیقت اور پاکستان کو کل کی پیداوار کہتے ہوئے پائے گئے۔ کالاباغ ڈیم ایک قومی ضرورت اور نیشنل ایشو نہیں بلکہ سیاسی اور علاقائی مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔ پورا ملک بنجر ہوتا ہے تو ہوتا رہے کسی کا سیاسی کھیت نہ سوکھنے پائے، یہ ساری علامات قوم نہ ہونے کی ہیں۔ ملت یا قوم ایک وسیع المشرب، وسیع الظرف اور وسیع الذہن ادارے کا نام ہے، اس کے ہاں تنگ دلی، تنگ ظرفی اور پست خیالی کا گزر نہیں ہوتا۔

قوم رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں تو براعظموں کے فاصلے کوئی معنیٰ نہیں رکھتے۔ کجا کہ صوبے سے آگے نظر نہ جاسکے، مدینے کی چند ہزار نفوس اور ساڑھے چار کلومیٹر پر مشتمل ابتدائی ریاست میں اتنی ذہنی بلندی اور روحانی وسعت تھی کہ حجاز، نجد، فارس، روم، بازنطین، حبش کے باشندے اور قریش، بنو ہاشم، اوس، خزرج، بنو تمیم، بنو کلب اور انصار و مہاجرین کے نمائندے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کھجور کے تنے اور چھال کی چھت تلے مواخات کا روح پرور مظاہرہ کررہے تھے۔ جب کہ چودہ کروڑ افراد اور تین لاکھ سات ہزار مربع میل پر پھیلے ہوئے پاکستان کا دامن اس قدر سمٹا اور سکڑا ہوا ہے کہ چار صوبے اور چار فقہی مسالک مواخات نہ سہی محض برداشت کے جذبے کے تحت ہی ایک ساتھ گزارا نہیں کرپارہے۔ جس طرح مکان سنگ و خشت کا مجموعہ ہوتا ہے اس کا اصل شرف اس کے مکین سے ہوتا ہے اسی طرح ملک ایک مخصوص حدود اربعہ، رقبے اور طے شدہ سرحد کا نام ہوتا ہے۔ اس کی شناخت، عزت اور بین الاقوامی برادری میں حیثیت اس میں بسنے والی قوم کے ذریعے متعین ہوتی ہے، اگر وہ قوم ایک ہجوم میں بدل کر رہ جائے تو اس ملک کا شکوہ اور دبدبہ مجروح ہوجاتا ہے۔

گذشتہ پچاس سالوں میں ہم نے نئے سے نئے محکمے تصنیف کر ڈالے، بڑے بڑے پلازے کھڑے کردیئے، طرہ طراز اور گردن فراز لیڈر پیدا کرلئے، ایک سے بڑھ کر خوش فریب نعرے گھڑ لئے، سرزمین وطن کو جنت ارضی بنا دینے کے منشور لکھ لئے، بول چال، بود و باش اور زبان و بیان میں انگریز بننے کے گر سیکھ لئے، اور لوگوں کی سادگی و سادہ لوحی کا استحصال کرنے کے نت نئے ڈھنگ اپنالئے۔ مگر اس عرصے میں اپنے پیروں کاروں کے اندر ــــ ملت اور قوم ــــ بننے کا جذبہ نہ ابھار سکے۔ آج لنڈی کوتل سے کراچی تک کا سفر کرکے دیکھ لیجیے آپ کو فاٹا کے ملک، یوسف زئی، ترین، عباسی، جاٹ، گجر، کانجو، گردیزی، میرانی، جتوئی، دریشک، مزاری، جھنگل، بگتی، مگسی اور بجرانی تو ملیں گے پاکستانی نایاب نہ سہی کمیاب ضرور ہوں گے، یہی حال مذہبی دنیا کا ہے، حالانکہ

مذہبی دنیا کے ذمے سب سے اہم فریضہ ملت کے تصور کو اجاگر کرنا تھا تاکہ ہر رنگ پر الہٰی رنگ اور ہر جمعیت پر امت غالب آجائے۔

آج جو ہر کونے سے فتنے حشرات الارض کی طرح یلغار کرتے ہوئے نکلتے چلے آرہے ہیں، دو چار دن کا المیہ نہیں نصف صدی کا نتیجہ ہے۔

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

آج اگر ملک سونے کی کان میں بدل جائے تو پھر بھی ہوس اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اس سے چند لوگوں کا پیٹ بھرے گا باقی لوگ بھوکے ہی رہیں گے، آج اگر ملک اسلحے میں خود کفیل ہوجائے تو یہ اسلحہ اپنوں کی چھاتیاں داغنے کے کام آئے گا، آج اگر وسائل کا سمندر ابل پڑے تو ہر صوبہ اور ہر طبقہ خود ہی تڑپ کرنے کو آگے بڑھے گا اور آج اگر گلشن وطن میں بہار اتر پڑے گا تو ہر ایک دوسرے کیلئے خزاں کی آرزو کرے گا جہاں ملت نہیں ہوگی وہاں جمعیت کہاں سے آئے گی؟ اور جہاں جمعیت نہ ہو وہاں قدرت کا دست رحمت کیسے ظاہر ہوگا؟

★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★

قومی خدمت ایک عبادت ہے
اور
سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے
Servis